Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

JOURNAL PROFILE
Noor-e-Tahqeeq is a quarterly, HEC "Y" Category research journal of Lahore Garrison University, publishing peer-reviewed studies in Urdu language and literature since 2017. It provides a credible platform for original research and contemporary criticism.

CONTACT
Dr Muhammad Haroon Qadir
Editor, Noor e Tahqeeq
Department of Urdu
Lahore Garrison University, Lahore 0303-3330345

Email
lgunt@lgu.edu.pk

Website
https://ojs.lgu.edu.pk/nooretahqeeq

ISSUE DETAILS
Volume 9, No 04
Oct to Dec 2025
Page No: - 117-126

DOI
https://doi.org/10.54692/nooretahqeeq.2025.090457

HISTORY OF THE PAPER
Received on: Oct 18, 2025
Accepted on: Nov15, 2025
Published on: Dec 30, 2025

PUBLISHED BY
Department of Urdu,
Lahore Garrison University
DHA Phase 6, Sector C,
Avenue 4, Lahore

TITLE OF THE PAPER

The Tension Between External Reality and Inner Experience in Urdu Nazm: A Comparative Study of the Progressive Writers' Movement and Halqa-e-Arbab-e-Zauq

اردو نظم میں خارجی حقیقت اور داخلی تجربے کی کشمکش: ترقی پسند تحریک اور حلقۂ اربابِ ذوق کا تقابلی مطالعہ

AUTHOR(s)

Faisal Abbas
PhD Scholar, Department of Urdu
Minhaj University, Lahore

Dr Muhammad Ayub Nadeem
Associate Professor, Department of Urdu
Minhaj University, Lahore

ABSTRACT

In twentieth-century Urdu nazm, the Progressive Writers' Movement and Halqa-e-Arbab-e-Zauq developed two influential modes of poetic expression, commonly associated with external reality and inner experience, respectively. Progressive poetry foregrounded class inequality, colonial oppression, social injustice, and the aspiration for collective transformation, whereas poets associated with Halqa-e-Arbab-e-Zauq explored subjective consciousness, psychological complexity, symbolism, formal experimentation, and the artistic autonomy of poetry. In the poetry of Faiz Ahmed Faiz, romantic sensibility frequently acquires a collective and political resonance, while the inward-looking poetic worlds of N. M. Rashed and Meeraji remain connected to wider historical and cultural contexts. Employing a qualitative, historical, and comparative approach informed by close reading, the study examines the thematic priorities, linguistic strategies, and aesthetic possibilities of these poetic tendencies. It concludes that the richness of modern Urdu nazm emerges not simply from their differences but from the productive dialogue between social experience and individual consciousness.

Keywords: Halqa-e-Arbab-e-Zauq; Inner Experience; N. M. Rashed; Meeraji; Modern Urdu Poetry; Poetic Aesthetics.

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

اردو نظم میں خارجی حقیقت اور داخلی تجربے کی کشمکش: ترقی پسند تحریک اور حلقۂ اربابِ ذوق کا تقابلی مطالعہ

اردو ادب کی تاریخ میں تیسری اور چوتھی دہائی کے دوران پیدا ہونے والی نظریاتی اور جمالیاتی تبدیلیوں نے نظم کے امکانات کو نئی سمت دی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب نو آبادیاتی اقتدار، قومی آزادی کی جدوجہد، معاشی بحران، نئی تعلیم، سائنسی فکر اور بین الاقوامی سیاسی نظریات برصغیر کی فکری زندگی کو متاثر کر رہے تھے۔ ادب کے سامنے ایک بنیادی سوال تھا کہ تخلیقی عمل اپنے گردوپیش کی حقیقتوں کو کس طرح قبول کرے اور ان سے کس نوع کا تعلق استوار کرے۔ اس سوال کے ایک مؤثر جواب کے طور پر ترقی پسند تحریک نے سماجی ذمہ داری، ظلم کے خلاف مزاحمت اور انسان دوست تبدیلی کو اہم سمجھا۔ اس کے ساتھ ہی شعری سطح پر ایک ایسا رجحان بھی نمایاں ہوا جس نے فرد کی خاموشی، محرومی، خواہش، خواب، خوف اور وجودی بے یقینی کو تخلیق کے ضروری موضوعات قرار دیا۔ حلقۂ اربابِ ذوق کے ادبی ماحول میں ایسے مباحث کو فروغ ملا۔

دونوں رجحانات کے بارے میں آسان ترین تقسیم یہ ہے کہ ترقی پسند شاعر معاشرے کو اور حلقے کے شاعر فرد کو اپنا موضوع بناتے ہیں۔ لیکن ادبی متون کا تفصیلی مطالعہ اس تقسیم کی محدودیت ظاہر کرتا ہے۔ معاشرہ فرد کی زندگی ہی سے تشکیل پاتا ہے اور فرد کی باطنی دنیا سماجی زبان، تاریخ اور تہذیب کے اثرات سے خالی نہیں ہوتی۔ اس لیے خارجی حقیقت اور داخلی تجربے کو دو ناقابلِ اختلاط خانوں کے بجائے شعری اظہار کے دو باہم مربوط زاویے سمجھنا زیادہ مناسب ہے۔ اسی نکتے سے اس مطالعے کا مرکزی سوال سامنے آتا ہے: ترقی پسند نظم اور حلقے سے وابستہ جدید نظم کے اسالیب میں خارجی اور داخلی جہتیں کن طریقوں سے ابھرتی ہیں، اور ان کے باہمی تعلق کو کس طرح پڑھا جا سکتا ہے؟ یہ سوال تاریخِ تحریک سے آگے بڑھ کر متن میں معنی کے پیدا ہونے کا جائزہ لینے کا تقاضا کرتا ہے۔

اس مضمون کا مسئلۂ تحقیق یہ ہے کہ اردو نظم کی تاریخ نویسی میں بعض اوقات ترقی پسند تحریک کو صرف براہِ راست سماجی بیان اور حلقۂ اربابِ ذوق کو صرف داخلی و جمالیاتی اظہار کے نمائندے کے طور پر متعین کیا جاتا ہے۔ اس قسم کی تقسیم تعارفی سطح پر سہولت فراہم کرتی ہے، لیکن منتخب شعری متون میں پائے جانے والے پیچیدہ تجربات کو پوری طرح واضح نہیں کرتی۔ ایک ہی نظم میں معاشرتی منظر، شخصی واردات اور علامتی تشکیل بیک وقت سرگرم ہو سکتے ہیں۔ تحقیق کے مقاصد میں اولاً خارجی حقیقت اور داخلی تجربے کی عملی تعریف وضع کرنا؛ ثانیاً منتخب ترقی پسند اور جدید نظم نگاروں میں ان دونوں کی ترجیحات کا جائزہ لینا؛ ثالثاً نظم کی ہیئت، لسانی ساخت، پیکر اور علامت کے کردار کو سمجھنا؛ اور آخر میں ان رجحانات کے مابین اختلاف کے ساتھ مشترک تخلیقی امکانات کی نشان دہی شامل ہے۔

طریقۂ کار بنیادی طور پر معیاری، تاریخی اور تقابلی ہے۔ سماجی و ادبی پس منظر کی تشکیل کے لیے مستند ادبی تاریخ اور تحقیقی مطالعات سے رجوع کیا گیا ہے، جب کہ شعری رجحانات کی توضیح میں فیض احمد فیض، ن۔م۔ راشد اور میر اجی کے معروف شعری رویوں کو بنیادی مثال

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

بنایا گیا ہے۔ یہ مضمون کسی ایک شاعر کی مکمل شاعری کا احاطہ نہیں کرتا، نہ ہی کسی تحریک کے تمام وابستگان کو ایک ہی نظریے کا پابند قرار دیتا ہے۔ زیرِ بحث تحریر میں اشعار کے غیر تصدیق شدہ متن یا فرضی صفحہ نمبروں کے بجائے شعری تصورات، معروف مجموعوں اور قابلِ شناخت مآخذ کی سطح پر استدلال قائم کیا گیا ہے۔ اس موضوع پر موجود علمی سرمایہ کم نہیں۔ ترقی پسند تحریک کی تاریخ، اس کی تنظیمی ساخت اور شعری ثمرات کو رخشندہ جلیل نے اپنی کتاب Liking Progress, Loving Change میں تفصیل سے واضح کیا ہے۔ خصوصاً ترقی پسند شاعری پر ان کا مطالعہ اس حقیقت کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ اس تحریک کے مختلف شعرا ایک ہی تاریخی فضا میں رہتے ہوئے بھی متنوع شعری مزاج رکھتے تھے۔ شبانہ محمود کی تحقیق میں انگارے اور ترقی پسند ادبی شعور کی ابتدائی تشکیل کا تاریخی رشتہ نمایاں ہوتا ہے۔

اردو کی جدید نظم کے بارے میں ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری نے ترقی پسندی اور جدیدیت کو دو متوازی دھاروں کے طور پر پڑھتے ہوئے ان کے اختلافات اور بعض مشترک پہلوؤں پر گفتگو کی ہے۔ حلقۂ اربابِ ذوق کی تنقید نگاری پر آسیہ اکرم کا تحقیقی مضمون اس ادبی اجتماع کی مباحثی اور تنقیدی روایت پر روشنی ڈالتا ہے۔ ڈاکٹر شبیر حسین اور ڈاکٹر محمد کامران نے میراجی اور حلقے کے تعلق کے تناظر میں جدید نظم کی نئی ہیئت، علامت اور موضوعاتی وسعت کا جائزہ لیا ہے۔ مزید برآں ۲۰۲۵ء میں اعجاز احمد میر اور ان کے شریک محققین کے مضمون میں دونوں تحریکوں کے اختلافی نکات کو مرکزی بحث بنایا گیا۔

یہ مطالعات زیرِ نظر مقالے کی تاریخی اور نظری بنیاد مہیا کرتے ہیں؛ تاہم موجودہ مطالعہ محض دو ادبی نظریات کا موازنہ نہیں، بلکہ اس بات کو سمجھنے کی کوشش ہے کہ اجتماعی تجربہ نظم میں داخلی کیفیت میں کیسے تبدیل ہوتا ہے اور شخصی تجربہ کس طرح عہد کے اجتماعی احساسات کی علامت بن جاتا ہے۔ یہی زاویہ اس مضمون کی امتیازی سمت ہے، اگرچہ اس کے مکمل نئے پن کا دعویٰ مزید وسیع کتابیاتی تحقیق کے بغیر نہیں کیا جا سکتا۔

ترقی پسند تحریک کے ادبی تصور میں خارجی حقیقت محض دکھائی دینے والے واقعات کا مجموعہ نہیں، بلکہ ایسے معاشرتی رشتوں کا نظام ہے جس کے اندر طاقت، دولت، محنت، طبقہ، جنس اور سیاسی اختیار کے سوالات موجود ہیں۔ اس لیے ترقی پسند نظم کا معاشرتی موضوع کبھی کسان و مزدور کی زندگی بن جاتا ہے، کبھی جنگ کے خلاف احتجاج، کبھی استعمار سے آزادی اور کبھی انسانی مساوات کی خواہش۔ ان موضوعات کی اصل ادبی اہمیت اس وقت بنتی ہے جب وہ نظم میں محض نعرے کے بجائے انسانی تجربے کی جیتی جاگتی صورت اختیار کریں۔

ترقی پسند شاعری کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ انفرادی دکھ کو وسیع تر انسانی تناظر میں دیکھتی ہے۔ کسی فرد کی محرومی اس نظام کی نشانی بن سکتی ہے جس میں بے شمار لوگ محرومی کا سامنا کرتے ہیں۔ اسی طرح محبوب سے جدائی یا رومانوی حسرت جیسے روایتی مضامین نئی تاریخی معنویت اختیار کر سکتے ہیں۔ گویا شاعر فرد کے احساس کو مسترد نہیں کرتا بلکہ اسے اجتماعی دنیا کے ساتھ جوڑتا ہے۔ اس رجحان کی ایک

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

محدود صورت وہ ہے جہاں نظم پیشگی سیاسی نتیجے کو ثابت کرنے کا ذریعہ بن جائے۔ اس میں موضوع اور پیغام غالب آ کر فنی پیچیدگی کو کم کر سکتے ہیں۔ تاہم پوری ترقی پسند شاعری کو اس کمزور صورت سے شناخت کرنا مناسب نہیں۔ اس تحریک سے متعلق اہم شاعروں نے موسیقیت، تہہ دار استعارے، روایتی علامت اور جذباتی رمزیت کی مدد سے ایسے متون تخلیق کیے جن میں سیاسی احساس اپنی شعری ساخت سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ فیض کی شاعری اس امتزاج کی واضح مثال ہے۔

فیض احمد فیض کی شاعری میں رومانی لغت اور اجتماعی معنویت کا امتزاج سب سے زیادہ توجہ طلب ہے۔ محبوب، وصل، ہجر، شام، صبح، قفس، گل اور صبا جیسے الفاظ اردو شاعری کی پہلے سے موجود روایت سے آتے ہیں، مگر فیض انہیں محض ذاتی معاملات تک محدود نہیں رکھتے۔ ان کے شعری نظام میں محبت انسانی وفاداری کی صورت بھی اختیار کرتی ہے اور محرومی اجتماعی ناانصافی کی علامت بھی بن جاتی ہے۔ ایسے اظہار کی بنیاد تجربے کی دوہری ساخت پر قائم ہے: احساس شخصی ہوتا ہے مگر اس کے مضمرات معاشرتی ہوتے ہیں۔

فیض کی نظموں میں بیرونی دنیا اکثر مستقیم خبر کے طور پر نہیں آتی؛ اسے جذباتی اور تصویری زبان کے ذریعے تخلیقی واقعہ بنایا جاتا ہے۔ شہری زندگی کی بے چینی، جبر کا ماحول، قید کا تجربہ اور تاریخی امید ایسی کیفیات ہیں جن کے ساتھ نظم کی موسیقیت اور استعاراتی سطح مسلسل کام کرتی ہے۔ یہ کہنا کہ ترقی پسند شعری اظہار میں صرف خارج موجود ہے، فیض کے معاملے میں بالخصوص درست نہیں۔ ان کے ہاں خارج داخلی احساس کے بغیر اپنا ادبی اثر قائم نہیں کرتا۔ فیض کے شعری مجموعے نقشِ فریادی اور بعد کے مجموعے اس زاویے سے اہم ہیں کہ ان میں رومان اور مزاحمت کے رشتے کو مختلف مرحلوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔ ان کی شعری آواز احتجاج کو ترنم، تشبیہ اور امید کی زبان دیتی ہے۔ اس طرح خارجی حقیقت کی نمائندگی وہ ایک جمالیاتی عمل کے ذریعے کرتے ہیں۔ یہی عمل عام سیاسی بیان اور مؤثر نظم کے درمیان بنیادی فرق پیدا کرتا ہے۔

فیض کا مطالعہ یہ بھی بتاتا ہے کہ داخلی تجربہ ضروری نہیں کہ صرف فرد کی ذات میں محصور ہو۔ دکھ، انتظار اور امید جیسی کیفیات کا اجتماعی تجربہ بھی ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا شعری مخاطب کبھی ایک محبوب دکھائی دیتا ہے اور کبھی ایک پوری انسانی برادری۔ مخاطب کی اس تہہ داری سے معنی کی نئی سطحیں پیدا ہوتی ہیں۔

حلقۂ اربابِ ذوق کی ادبی اہمیت کو محض ترقی پسند تحریک کی مخالفت کے طور پر نہیں سمجھا جا سکتا۔ اس حلقے نے ادبی گفتگو، نظم کی قرأت، متن پر تنقیدی بحث اور فنی تجربے کے لیے اہم فضا فراہم کی۔ یہاں تخلیقی عمل کو پہلے سے طے شدہ نظریاتی مطالبات سے الگ ہو کر سمجھنے پر زور ملتا ہے۔ شعری معنی کے تعین میں نظم کی ساخت، زبان، تاثر، نفسیاتی اشارے اور جمالیاتی وحدت کو اہمیت دی جاتی ہے۔ اس ادبی فضا میں داخلی تجربے سے مراد صرف ذاتی واردات یا تنہائی کا بیان نہیں۔ انسان کی شعوری و لاشعوری زندگی، یادداشت، خواب، خواہش،

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

خوف، جنسی و نفسیاتی کشمکش، شناخت اور زمانے کے ساتھ تعلق سب داخلی تجربے کی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایسی کیفیت کو نظم میں منتقل کرنے کے لیے شاعر ہمیشہ سیدھی منطقی ترتیب استعمال نہیں کرتا؛ وہ علامتی پیکر، غیر متوقع منظرنامے، تکرار، وقفہ اور آزاد نظم کے امکانات سے فائدہ اٹھاتا ہے۔

حلقے کے شعرا اور ناقدین کو مکمل طور پر ایک نظریاتی وحدت قرار دینا بھی مسئلہ پیدا کرتا ہے۔ ن۔م۔ راشد اور میرا جی کے شعری لہجے، موضوعات اور فنی ترکیبیں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ حلقے سے وابستگی کسی شاعر کے تمام فکری امکانات کا مکمل تعارف نہیں بن سکتی۔ اس لیے یہاں حلقے کو ایک تخلیقی و تنقیدی ماحول کے طور پر دیکھا گیا ہے، نہ کہ اس کے ہر رکن کے لیے ایک لازمی نسخۂ ادب کے طور پر۔

ن۔م۔ راشد کی نظم جدید اردو شاعری میں آزاد ہیئت، ڈرامائی فضا اور فکری پیچیدگی کا اہم حوالہ ہے۔ ان کے ہاں شخصی تجربہ سیدھی خود کلامی کی صورت اختیار کرنے کے بجائے کردار، مکالمے، تہذیبی اشارے اور تمثیلی ساخت میں سامنے آتا ہے۔ شعری متکلم کا سوال اکثر اپنی ذات کے ساتھ ساتھ زمانے اور تاریخ سے بھی متعلق ہوتا ہے۔ یہ طریقہ داخلی تجربے کو وسیع تر فکری ماحول میں رکھتا ہے۔ ان کی شعری دنیا میں تنہائی، معنی کی جستجو، آزادی کی خواہش اور وجود کے سوالات ایسے انداز سے سامنے آتے ہیں کہ قارئین کو کسی آسان اخلاقی یا سیاسی نتیجے تک پہنچنے سے پہلے نظم کی پوری معنوی بناوٹ سے گزرنا پڑتا ہے۔ یہی جدید نظم کی ایک اہم شناخت ہے۔ یہاں متن قاری کو صرف مطلع نہیں کرتا بلکہ اسے تعبیر کے عمل میں شریک بھی بناتا ہے۔

راشد کی شاعری میں مشرقی و مغربی تہذیبی حوالوں کا استعمال بھی داخلی اور خارجی دنیا کے اتصال کو ظاہر کرتا ہے۔ تہذیبی علامتیں باہر کی تاریخ سے آتی ہیں، لیکن نظم میں فرد کے شعور کی مدد سے نئی معنیاتی صورت اختیار کرتی ہیں۔ اس بنیاد پر راشد کو صرف باطنی دنیا کا شاعر کہنا ان کی فکر کے تاریخی اور تہذیبی پھیلاؤ کو محدود کر دیتا ہے۔ ان کی نظم کے طویل جملے، مسلسل بہاؤ، آزاد آہنگ اور بدلتے ہوئے زاویۂ نظر اس بات کی مثال ہیں کہ موضوع اور ہیئت ایک دوسرے کی تشکیل میں حصہ لیتے ہیں۔ پیچیدہ تجربے کے لیے نسبتاً کھلی شعری ساخت درکار ہوتی ہے۔ اس طرح فنی تجربہ خارجی دنیا سے فرار نہیں، بلکہ اسے نئے زاویے سے قابلِ فہم بنانے کا ایک وسیلہ ثابت ہوتا ہے۔

میرا جی کی شاعری کو سمجھنے میں نفسیاتی تجربے، علامت نگاری، حسی پیکروں اور انسانی خواہش کی پیچیدگی کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ ان کی نظم میں اکثر کسی واضح واقعے کی جگہ ایسی فضا سامنے آتی ہے جس میں یاد، تصور، جسم، فطرت اور احساس کے باہمی اثر سے معنی پیدا ہوتے ہیں۔ یہ شعری عمل قاری کو براہِ راست بیان کے بجائے اشاروں اور کیفیتوں کی دنیا میں لے جاتا ہے۔ میرا جی کے ہاں داخلی تجربہ محض شخصی انفرادیت کا اعلان نہیں بلکہ انسانی شعور کی ان تہوں کا مطالعہ ہے جو روزمرہ زبان میں مکمل طور پر ظاہر نہیں ہوتیں۔ وہ نظم کی ترتیب،

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

تصویریت اور صوتی امکانات کے ذریعے ایسی کیفیت پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں جسے نثری خلاصے میں بدلنا مشکل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے تخلیقی عمل میں فنی ترکیب اور نفسیاتی موضوع کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ اس حوالے سے میراجی کو محض غیر سماجی شاعر سمجھنا بھی ایک سادہ کاری ہے۔ کسی دور کی اخلاقی پابندیاں، سماجی توقعات اور فرد پر عائد ثقافتی دباؤ انسان کی نفسیات میں جگہ بناتے ہیں۔ خواہش اور ممانعت کی کشمکش اپنے اندر ایک سماجی تاریخ رکھتی ہے۔ لہٰذا میراجی کی بعض داخلی کیفیات کو ایسے تجربات کے طور پر بھی پڑھا جا سکتا ہے جو معاشرے کی غیر محسوس گرفت سے پیدا ہوتے ہیں۔

میراجی اور حلقۂ اربابِ ذوق پر موجود تحقیقی کام اس بات کو تقویت دیتا ہے کہ جدید اردو نظم کے موضوع، علامت اور ساخت میں ان کے تجربات فیصلہ کن اہمیت رکھتے ہیں۔ تاہم ان کے ہر فنی انتخاب کو حلقے کے کسی متفقہ منشور سے منسوب کرنا درست نہ ہو گا؛ شاعر کی انفرادی تخلیق اور ادبی ادارے کے باہمی تعلق میں فرق برقرار رکھنا چاہیے۔

لفظ خارجی سے عموماً وہ دنیا مراد لی جاتی ہے جو فرد سے باہر موجود ہو: سماج، تاریخ، سیاست، ادارے اور مادی حالات۔ داخلی تجربہ فرد کے احساسات، یادداشت، خیالات، خواہشات اور ذہنی صورتوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ لیکن ادبی اظہار میں ان دونوں کا تعلق یک طرفہ نہیں۔ خارجی واقعہ جب شعر میں آتا ہے تو پہلے شاعر کے تخیل، احساس اور زبان سے گزرتا ہے؛ دوسری طرف داخلی کیفیت ہمیشہ کسی نہ کسی معاشرتی و ثقافتی نظام کے الفاظ اور علامتوں کی مدد سے بیان ہوتی ہے۔ اس نکتے کی روشنی میں ترقی پسند نظم کے سماجی شعور اور حلقے کی داخلی و جمالیاتی ترجیحات کو دو مستقل اور مخالف دنیاؤں میں تقسیم کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔ فیض کے ہاں اجتماعی درد ایک فرد کی آواز میں ظاہر ہو سکتا ہے، راشد کے ہاں شخصی سوال تہذیب اور تاریخ سے وابستہ ہو جاتا ہے، اور میراجی کے ہاں خواہش کی نفسیاتی دنیا اپنی سماجی شرطوں کی طرف اشارہ کر سکتی ہے۔ اختلاف بنیادی طور پر اظہار کی ترجیح، زاویۂ نظر اور ساخت کا ہے، نہ کہ انسانی تجربے کے دو مکمل طور پر الگ شعبوں کا۔

اس جدلیاتی رشتے سے نظم کے مطالعے کا ایک مفید اصول نکلتا ہے: کسی متن کو صرف موضوع کے نام سے نہیں پرکھنا چاہیے بلکہ یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ موضوع کس آواز میں بیان ہوا، کون سے پیکر استعمال ہوئے، معنی کس ترتیب سے کھلتے ہیں، اور قاری کو کس نوع کے فکری یا جذباتی تجربے سے گزرنا پڑتا ہے۔

ترقی پسند اور جدید نظم کے مابین ظاہری فرق اکثر زبان کے رویے میں بھی نظر آتا ہے۔ ترقی پسند شاعری کی بعض نمائندہ مثالوں میں ابلاغ، اجتماعی خطاب اور امید یا احتجاج کی نسبتاً واضح جہتیں موجود ہوتی ہیں۔ اس کے برعکس جدید نظم کی بعض صورتوں میں معنی کا التوا، کثیر المعنویت اور علامتی ابہام بڑھ جاتا ہے۔ لیکن یہ فرق ہر نظم پر یکساں لاگو نہیں ہوتا۔ فیض کے استعارے کئی معنی پیدا کرتے ہیں اور جدید نظم میں بھی بعض مواقع پر تاریخی یا اخلاقی تناظر پوری قوت سے ظاہر ہوتا ہے۔ شعری علامت کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ محسوس چیز کو

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

اس کے ظاہری وجود سے آگے لے جاتی ہے۔ رات، صبح، سفر، دروازہ، آئینہ یا صحرا کسی نظم میں حقیقی منظر بھی بن سکتے ہیں اور نفسیاتی یا تاریخی تجربے کا اشارہ بھی۔ اس لیے ایک ہی نوع کی تصویریت کا استعمال مختلف شاعروں میں مختلف معنیاتی مقاصد کے لیے ہو سکتا ہے۔ تقابلی مطالعے میں محض لفظوں کی فہرست بنانے سے یہ فرق واضح نہیں ہوتا؛ ان الفاظ کے سیاق، ترتیب اور نظم کی کل ساخت کو دیکھنا ضروری ہوتا ہے۔

لسانی سطح پر بھی دونوں رویوں میں کئی مشترک امکانات ہیں۔ جدید نظم کی آزاد ساخت نے احساس کے لیے نئے زمانی و مکانی رشتے قائم کیے، جب کہ ترقی پسند شعر نے روایتی ادبی لغت کو اجتماعی معنی بخش کر اس میں تبدیلی پیدا کی۔ ایک طرف لفظ اپنے سابقہ ثقافتی معنی کو نئی سمت دیتا ہے، دوسری طرف نظم اپنے تجربے کے لیے نئی نحوی صورت تلاش کرتی ہے۔ یوں زبان دونوں کے ہاں محض اظہار کا وسیلہ نہیں بلکہ معنی کی تخلیق کا فعال حصہ ہے۔ اردو نظم کی جدید تاریخ میں ہیئت کی تبدیلی کو صرف تکنیکی مسئلہ سمجھنا کافی نہیں۔ پابند نظم، معریٰ نظم اور آزاد نظم کے انتخاب سے شاعر کو آواز، رفتار، وقفے اور ترتیب پر مختلف درجوں کا اختیار ملتا ہے۔ جب موضوع پیچیدہ نفسیاتی واردات یا تہہ دار تاریخی تجربہ ہو تو نظم کی ساخت اس کی ترسیل کو متاثر کرتی ہے۔

راشد اور میراجی کے شعری تجربات اس بات کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ جدید نظم میں مسلسل آہنگ، داخلی خود کلامی، بدلتی ہوئی تصویریت اور غیر روایتی ربط کس طرح نئے مفہوم کو ممکن بناتے ہیں۔ لیکن فنی جدت کا مقصد محض غیر معمولی صورت پیدا کرنا نہیں؛ اس کی کامیابی کا پیمانہ یہ ہے کہ وہ تجربے کو زیادہ بامعنی اور مؤثر انداز میں منظم کرے۔ اسی طرح ترقی پسند نظم میں نسبتاً واضح ابلاغ کا مقصد بھی لازماً سادہ فن نہیں۔ کئی اہم نظموں میں صوتی تنظیم، تکرار اور تصویری تسلسل ایسا جمالیاتی اثر پیدا کرتے ہیں جو شعری پیغام سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے تقابلی تحقیق میں یہ سوال اہم ہے کہ نظم کی ہیئت اپنے موضوع کے ساتھ کس طرح کام کر رہی ہے۔ ایک ہی موضوع مختلف فنی صورتوں میں مختلف انسانی تجربات پیدا کر سکتا ہے۔ اس مشاہدے سے دونوں تحریکوں کی اہمیت زیادہ متوازن انداز میں سمجھ میں آتی ہے۔

دونوں ادبی رجحانات کے اختلاف کا اہم مرکز فن کی خود مختاری اور ادیب کی سماجی ذمہ داری کا سوال رہا ہے۔ ترقی پسند تناظر میں ادب سے توقع کی گئی کہ وہ زندگی کے عملی مسائل سے لاتعلق نہ ہو۔ حلقے کی تنقیدی روایت میں یہ مطالبہ نمایاں ہوا کہ ادب کی قدر کا تعین صرف کسی نظریے کے لیے اس کی افادیت سے نہیں ہونا چاہیے۔ دونوں مؤقف میں ایک اہم سچائی موجود ہے: ادب معاشرے سے باہر پیدا نہیں ہوتا، مگر محض کسی پیشگی مقصد کی تبلیغ سے اعلیٰ ادب بھی نہیں بن جاتا۔

سماجی ذمہ داری کا مفہوم وسیع رکھا جائے تو اس میں مظلوم کے حق میں آواز بلند کرنا ہی نہیں بلکہ انسانی نفسیات کی پیچیدگی، زبان کی آزادی اور اظہار کی مختلف صورتوں کی حفاظت بھی شامل ہوتی ہے۔ اسی طرح فنی خود مختاری کا مطلب معاشرے سے مکمل بے تعلقی نہیں؛

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

اس کا مفہوم یہ ہو سکتا ہے کہ تخلیق اپنے موضوع کو سیاسی یا اخلاقی حکم کے تابع کرنے کے بجائے اس کی پوری پیچیدگی میں پیش کرے۔ اس زاویے سے دیکھا جائے تو دونوں تحریکوں کا بہترین ادبی سرمایہ یک دوسرے کے لیے اصلاحی امکان رکھتا ہے۔ ترقی پسند روایت جدید نظم کو تاریخی حساسیت یاد دلاتی ہے، اور جدید شعری تجربہ ترقی پسند اظہار کو یہ باور کراتا ہے کہ انسانی حقیقت اکثر غیر مستقیم، کثیر سطحی اور نفسیاتی طور پر پیچیدہ ہوتی ہے۔ اس مکالمے کو اختلاف کے خاتمے کے بجائے ادبی ارتقا کی صورت سمجھنا زیادہ مناسب ہے۔

اس مطالعے سے پانچ تقابلی مشاہدات سامنے آتے ہیں۔ پہلا یہ کہ اجتماعی اور شخصی تجربے کی تقسیم ادبی تاریخ کے لیے ایک ابتدائی خاکہ ہو سکتی ہے، لیکن متن کے آخری مفہوم کا فیصلہ نہیں کر سکتی۔ دوسرا یہ کہ شاعری کا سماجی حوالہ ہمیشہ براہِ راست موضوع یا سیاسی لفظیات سے ظاہر نہیں ہوتا؛ وہ علامت، نفسیاتی کشمکش اور تہذیبی منظرنامے میں بھی موجود ہو سکتا ہے۔ تیسرا یہ کہ داخلی تجربہ جب تخلیقی اظہار اختیار کرتا ہے تو شخصی رہتے ہوئے بھی قاری کے لیے مشترک انسانی تجربہ بن سکتا ہے۔ چوتھا مشاہدہ زبان اور ہیئت کے کردار سے متعلق ہے۔ مختلف شعری رویے صرف الگ موضوعات منتخب نہیں کرتے بلکہ ان موضوعات کے لیے مختلف لسانی راستے بھی دریافت کرتے ہیں۔ فیض کے رومانی و اجتماعی استعاروں، راشد کی فکری و ڈرامائی ساخت اور میر اجی کی حسی و نفسیاتی علامتوں میں یہی تنوع دیکھا جا سکتا ہے۔ پانچواں یہ کہ تحریکوں کے منشور اور ان سے وابستہ شاعروں کی تخلیقات میں لازماً مکمل مطابقت نہیں ہوتی۔ ایک بڑا شاعر نظریاتی اصولوں کو اپنے تخلیقی تجربے کے مطابق تبدیل بھی کرتا ہے۔

یہ نتائج کسی ایک تحریک کی برتری ثابت نہیں کرتے۔ ان کا مقصد جدید اردو نظم کو اس کی مجموعی فکری اور جمالیاتی پیچیدگی میں سمجھنا ہے۔ تاریخی اختلافات اپنی جگہ اہم ہیں، تاہم جدید نظم کی حقیقی معنوی دولت ان تجربات کے باہمی روابط میں زیادہ نمایاں ہوتی ہے۔

زیرِ نظر تحقیق کا بنیادی نتیجہ یہ ہے کہ ترقی پسند تحریک اور حلقۂ اربابِ ذوق نے اردو نظم کو متضاد نہیں بلکہ متعدد اور تکمیلی تخلیقی امکانات فراہم کیے۔ ترقی پسند نظم نے سماجی و تاریخی شعور، انسانی مساوات اور اجتماعی احساس کو اہم ادبی موضوعات کے طور پر مستحکم کیا۔ حلقۂ اربابِ ذوق کے ماحول میں داخلی تجربے، شعری ہیئت، علامت، نفسیاتی پیچیدگی اور تنقیدی مکالمے کی اہمیت نمایاں ہوئی۔ تاہم اہم شاعروں کے متون میں دونوں دنیاؤں کی سرحدیں مسلسل عبور ہوتی ہیں۔

فیض کی شاعری ظاہر کرتی ہے کہ اجتماعی تجربہ جمالیاتی داخلی کیفیت میں ڈھل کر زیادہ اثر انگیز ہو سکتا ہے۔ راشد کی شعری ساخت بتاتی ہے کہ باطنی سوالات تہذیب، تاریخ اور انسانی آزادی کے مباحث سے وابستہ رہتے ہیں۔ میر اجی کے نفسیاتی و علامتی تجربات سے اندازہ ہوتا ہے کہ فرد کے باطن میں بھی ثقافتی اور سماجی حالات کے نقوش موجود ہوتے ہیں۔ اس لیے جدید اردو نظم کے مطالعے میں ضروری ہے کہ کسی شاعر کو محض تحریک کے نام، کسی نظم کو صرف عنوان اور کسی رجحان کو صرف نظریاتی منشور سے متعین نہ کیا جائے۔ زیادہ بارآور طریقہ

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

یہ ہے کہ تاریخی سیاق، نظم کی ساخت، زبان، پیکر اور تجربے کو یکجا پڑھا جائے۔ مستقبل میں ان نتائج کی مزید جانچ کے لیے فیض، راشد اور میر اجی کی منتخب نظموں کا صفحہ بہ صفحہ قریبی مطالعہ، متنی اقتباسات اور مستند اشاعتی تفصیلات کے ساتھ کیا جانا چاہیے۔

حوالہ جات اور مآخذ

1۔ جلیل، رخشندہ۔ Liking Progress, Loving Change: A Literary History of the Progressive Writers' Movement in Urdu۔ Oxford University Press، 2014؛ بالخصوص باب "From Shabab to Inquilab"، ص242–304۔ DOI: 10.1093/acprof:oso/9780198096733.003.0006

2۔ محمود، شبانہ۔ "Angāre and the Founding of the Progressive Writers' Association." Modern Asian Studies، جلد30، شمارہ2، 1996، ص447–467۔ DOI: 10.1017/S0026749X0001653X

3۔ نوری، محمد فخر الحق۔ "ترقی پسندی اور جدیدیت: بیسویں صدی کی اردو نظم میں دو متوازی دھارے۔" Journal of Research (Urdu)، جلد20، شمارہ1، 2011۔ بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان۔

4۔ حسین، شبیر؛ کامران، محمد۔ "Halqa Arbab e Zoq, Meera Ji and the Modern Concept of Urdu Nazm." زبان و ادب، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد۔

5۔ اکرم، آسیہ۔ "حلقہ ارباب ذوق کی تنقید نگاری۔" Oriental College Magazine، جلد98، شمارہ3، 2023۔

6۔ میر، اعجاز احمد؛ شاہ، سید عاقب حسین؛ شفیع، ریاض۔ "Point of Conflict between Halqa-e-Arbab-e-Zauq and the Progressive Writers Movement." Makhz، جلد 6، شمارہ 4، 2025، ص 393–401۔ DOI: 10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-28

7۔ فیض احمد فیض۔ نقشِ فریادی۔ اردو گھر، دہلی، 1941، تیسرا ایڈیشن (ریکختہ کے آن لائن کتابی ریکارڈ کے مطابق)۔

8۔ فیض احمد فیض۔ دستِ صبا۔ 1952۔ (بنیادی شعری مجموعہ؛ استعمال کردہ ایڈیشن کی اشاعتی تفصیل آخری نسخے میں شامل کی جائے)۔

9۔ فیض احمد فیض۔ زنداں نامہ۔ (بنیادی شعری مجموعہ؛ اشاعتی سال اور نسخے کے مطابق تفصیل کی آخری تصدیق مطلوب)۔

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

10۔ فریدی، سید محمد ثاقب۔ن۔م۔راشد کی تخلیقی جہات: تحقیقی و تنقیدی مطالعہ۔ تحقیقی مقالہ، جامعہ ملیہ اسلامیہ، 2023۔

11۔ حمید، عائشہ۔ پاکستانی اردو شاعرات پر بیسویں صدی کی ادبی تحریکوں کے اثرات۔ پی ایچ ڈی مقالہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، 2011۔

12۔ Kanwal, Zargoona, and Hakan Kuyumcu. "Criticisms in Urdu Literature in the Context of 'Savera' Magazine." Şarkiyat Mecmuası, no. 46, 2025.